

خدا تم پر رحم کرے! ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو جن کے آباد کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے۔ اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں پایہ تکمیل تک پہنچاؤ، کیونکہ آنے والا ”کل“ آج کے دن سے قریب ہے۔ دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندر دن کتنے تیز رو اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام اور عمر کے اندر رسال کتنے تیز رفتار ہیں۔

--☆☆--

### خطبہ (۱۸۷)

ایک ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دلوں میں جما ہوا اور برقرار ہوتا ہے اور ایک وہ کہ جو دلوں اور سینے (کی تہوں) میں ایک مقرر مدت تک عاریتاً ہوتا ہے، لہذا اگر کسی ایک میں تمہیں کوئی برائی ایسی نظر آئے کہ جس سے تمہیں اظہار بیزاری کرنا پڑے تو اسے اس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آجائے کہ اس موقع پر اظہار بیزاری اپنی حد پر واقع ہوگی۔

ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چپکے سے خدا کا راستہ اختیار کر لے یا علانیہ، بہر حال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ زمین میں حجت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک حجت (الہیہ) کی خبر پہنچے کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کر لیں تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔

فَسَابِقُوا - رَحِمَكُمُ اللَّهُ - إِلَى مَنَازِلِكُمْ  
الَّتِي أُمِرْتُمْ أَنْ تَعْمُرُواهَا، وَ الَّتِي رُغِبْتُمْ  
فِيهَا، وَ دُعِيتُمْ إِلَيْهَا. وَ اسْتَتِمُوا نِعْمَ اللَّهُ  
عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى طَاعَتِهِ، وَ النِّجَانِ بَةِ  
لِعَصِيَّتِهِ، فَإِنَّ غَدًا مِّنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ. مَا  
أَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِي الْيَوْمِ، وَ أَسْرَعَ الْأَيَّامِ فِي  
الشَّهْرِ، وَ أَسْرَعَ الشُّهُورِ فِي السَّنَةِ، وَ أَسْرَعَ  
السِّنِينَ فِي الْعُمُرِ!

-----☆☆-----

### (۱۸۷) وَمِنْ كَلَامِ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيَنِ الْإِيمَانِ مَا يَكُونُ ثَابِتًا مُّسْتَقْرًّا  
فِي الْقُلُوبِ، وَ مِنْهُ مَا يَكُونُ عَوَارِي بَيْنَ  
الْقُلُوبِ وَ الصُّدُورِ، إِلَى أَجْلِ مَعْلُومٍ،  
فَإِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ مِّنْ أَحَدٍ فَفَقُوهُ  
حَتَّى يَحْضُرَهُ الْمَوْتُ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يَقْعُ  
حَدُّ الْبَرَاءَةِ.

وَ الْهَجْرَةُ قَائِمَةٌ عَلَى حَدِّهَا الْأَوَّلِ، مَا  
كَانَ لِلَّهِ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ حَاجَةٌ مِّنْ مُّسْتَسِرِّ  
الْأُمَّةِ وَ مُعَلِّبِهَا، لَا يَقْعُ اسْمُ الْهَجْرَةِ عَلَى  
أَحَدٍ إِلَّا بِسَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِي الْأَرْضِ، فَسَنَ  
عَرَفَهَا وَ أَقْرَبَهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ، وَ لَا يَقْعُ اسْمُ  
الِاسْتِضْعَافِ عَلَى مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ  
فَسَبِعَتْهَا أُذُنُهُ وَ عَاهَا قَلْبُهُ.

بلاشبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا تحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کیلئے پرکھ لیا ہو اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانتدار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

إِنَّ أَمْرَنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ، لَا يَحِيلُهُ  
إِلَّا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ اٰمْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ لِلْاِيْمَانِ،  
وَ لَا يَعْجِي حَدِيثُنَا إِلَّا صُدُوْرٌ اٰمِيْنَةٌ،  
وَ اٰخْلَامٌ رَزِيْنَةٌ.

اے لوگو! مجھے کھودینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میں زمین کی راہوں<sup>ط</sup> سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں، قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیروں کو اٹھائے جو ہمارا کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روند رہا ہو اور جس نے لوگوں کی عقلیں زائل کر دی ہوں۔

اَيُّهَا النَّاسُ! سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِي،  
فَلَا نَا بِطُرُقِ السَّمَاٰءِ اَعْلَمُ مِّنِّي بِطُرُقِ  
الْاَرْضِ، قَبْلَ اَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَّ  
فِيْ خِطَامِهَا وَ تَذْهَبُ بِاٰخْلَامِ قَوْمِهَا.

--☆☆--

-----☆☆-----

ط امیر المؤمنین علیؑ کے اس ارشاد کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مراد امور دنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور حضرتؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ امور دنیا سے زائد احکام شرعیہ و فتاویٰ فقہیہ کے واقف ہیں۔ چنانچہ ابن میثم تحریر کرتے ہیں کہ:

نُقِلَ عَنِ الْاِمَامِ اَلْوَجِيْهِ اَنَّهُ قَالَ: اَرَادَ اَنْ يَّعْلَمَ بِاللَّذِيْنَ اَوْفَرُ مِنْ عِلْمِهِ بِاللَّذِيْنَ.  
امام وبری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ: حضرتؑ کا اس سے مقصد یہ ہے کہ ان کے دینی معلومات کا دائرہ دنیوی معلومات سے وسیع تر ہے۔<sup>ط</sup>

لیکن سیاق و سباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح نہیں قرار دیئے جا سکتے، کیونکہ یہ جملہ (فَلَا نَا بِطُرُقِ السَّمَاٰءِ اَعْلَمُ مِّنِّي بِطُرُقِ الْاَرْضِ)، «سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِي» کی علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشین گوئی ہے اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دنیا سے زیادہ احکام شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے۔ کیونکہ حضرتؑ کا دعویٰ ”جو چاہو پوچھ لو“ احکام شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اس کی علت قرار پاسکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشین گوئی کی ہے اسے مسائل شرعیہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے کہ اسے امور دنیا سے علوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبوت میں پیش کیا جائے۔

لہذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا مورد و محل متحمل نہ ہو سکے کسی صحیح جذبہ کی ترجمانی نہیں کرتا، جبکہ سیاق و سباق کے اعتبار سے وہی معنی درست بیٹھتے ہیں کہ جنہیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ فتنہ بنی امیہ سے آگاہ کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ: تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، کیونکہ میں مقدرات الہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں، لہذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوح محفوظ میں ثبت اور تقدیر الہی سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک

سخت فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک و شبہ نہ ہونا چاہیے، کیونکہ میری نظریں زمین پر ابرہارنے والے نقوش سے زیادہ ان فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث و فتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے، لہذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کر لو تا کہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کر سکو۔

اس معنی کی تائید حضرتؑ کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے کہ جو آپؑ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے ان کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرتؑ کے اس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

وَقَدْ صَدَّقَ هَذَا الْقَوْلَ عَنَّهُ مَا تَوَاتَرَ عَنْهُ مِنَ الْأَخْبَارِ بِالْعُيُوبِ الْمَشْكُورَةِ، لَا مَرَّةً وَلَا مَائَةً مَرَّةً حَتَّى زَالَ الشُّكُّ وَالرَّيْبُ وَفِي أَكْثَرِ الْأَخْبَارِ عَنْ عَلِيٍّ وَآلِهِ لَيْسَ عَلَى طَرِيقِ الْأِتِّفَاقِ.

حضرتؑ کے اس قول کی تصدیق آپؑ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو ایک مرتبہ نہیں، سو مرتبہ نہیں، بلکہ مسلسل و متواتر امور غیبیہ کے سلسلے میں آپؑ کی زبان سے نکلے، جس سے اس امر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپؑ جو فرماتے تھے وہ علم و یقین کی بنیاد پر فرماتے تھے، اتفاق صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۱۷)

امیر المؤمنین علیؑ کے اس کلام کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور جنہوں نے اس طرح کا اذعا کیا انہیں ذلت و رسوائی ہی اٹھانا پڑی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں:

● ۱۔ مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقع پر دعویٰ کیا کہ: سَلُوْنِي عَمَّا دُوْرَ الْعَرْشِ: "عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو"۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تھا تو انہوں نے سرکس سے منڈو لیا تھا؟ مقاتل نے کہا: اللہ نے تمہارے دل میں یہ سوال اس لئے ڈالا کہ مجھے اس نخوت و غرور پر رسوا و ذلیل کرے! بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہو سکتا ہے۔

● ۲۔ ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلیمان نے اپنے تجرملی کا ثبوت دینے کیلئے کہا کہ: "مجھ سے عرش کے بیچے اور زمین کے بیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھ لو"۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا، بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا؟ مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

● ۳۔ ابراہیم ابن ہشام نے حج کے موقع پر کہا: سَلُوْنِي سَلُوْنِي، فَأَنَا ابْنُ الْوَحِيدِ لَا تَسْأَلُوْنِي أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي: "مجھ سے پوچھو میں یکتا روزگار اور علم زمانہ ہوں"۔ جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ مگر اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

● ۴۔ شافعی نے مکہ میں کہا کہ: سَلُوْنِي مَا شِئْتُمْ أُحَدِّثْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ: "جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، میں کتاب و سنت سے اس کا جواب دوں گا"۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالت احرام میں زبور کو مار دیا ہو؟ مگر وہ کتاب و سنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

● ۵۔ مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پر ایک شخص نے پوچھا کہ چیتوٹی کی انتڑیاں اس کے جسم کے اگلے حصے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصے میں؟ مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

● ۶۔ جب قتادہ کوفہ میں وارد ہوا اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اس نے کہا کہ: جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں جس چیتوٹی کا ذکر ہے وہ مادہ تھی یا نہ؟ اس سے دریافت کیا گیا مگر وہ جواب سے عاجز رہا۔ جب حضرت ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مادہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ کہا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد: ﴿قَالَتْ تَمْلَأُ﴾ اس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگرگز ہوتا تو ﴿قَالَتْ﴾ کی بجائے ”قَالَ“ ہوتا۔ لیکن یہ جواب درست نہیں ہے، کیونکہ ﴿تَمْلَأُ﴾ اطلاق مذکور مؤنث پر یکساں ہوتا ہے اور فعل کی تانیث ”نملئ“ کی تانیث لفظی کی وجہ سے ہے، نہ اس کے مادہ ہونے کی بنا پر۔

● ۷۔ ابن جوزی نے ایک دن منبر پر یہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی فرمایا کہ ہاں درست ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے، حالانکہ امیر المؤمنین علیہ السلام مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے کہا کہ ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا کہ ان میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا؟ یہ سن کر وہ کچھ چکرا سے گئے مگر پھر سنبھل کر بولے کہ: اے خاتون! اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو، ورنہ تجھ پر کہ تو بے حجک یہاں چلی آئی ہے۔ اس نے کہا کہ اے ابن جوزی! کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ام المؤمنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے؟ اس کے بعد ابن جوزی نکلنے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

● ۸۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ: الناصر لدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاق لسانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے دوران بیان میں صفات باری کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر بغداد کے ایک شخص احمد ابن عبدالعزیز نے کچھ اعتراضات کئے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا، البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکہ بٹھانے کیلئے پرشکوہ لفظوں اور مسمج عبارتوں سے کھیلتا شروع کیا جس سے عوام جھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔ واعظ بھی غر و علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا اور مجمع سے کہنے لگا کہ: ”جو پوچھنا چاہو پوچھ لو“، جس پر احمد نے کہا کہ اے شخص! یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہے اور اس کلام کا ایک تتمہ یہ بھی ہے کہ: ”میرے بعد یہ دعویٰ وہی کرے گا جو جھوٹا ہوگا“۔ واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہا کہ: تم کس علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہو؟ کیا علی ابن ابی طالب ابن مبارک نیشاپوری کا؟ یا علی ابن ابی طالب ابن اسحاق مروزی کا؟ یا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا؟ یا علی ابن ابی طالب ابن سلیمان رازی کا؟ اسی طرح کتنے ہی اشخاص گنوا دیئے جن کا نام علی ابن ابی طالب تھا۔

یہ سن کر احمد نے کہا: واہ، سبحان اللہ! اس وسعت علمی کا کیا ٹھکانا، مگر میری مراد وہ ہیں جو سیدۃ نساء العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انہیں اپنی اخوت کیلئے منتخب کیا تھا۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ: اے شیخ! محمد ابن عبد اللہ نام کے تو سینکڑوں ملیں گے، مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے حق میں قدرت نے یہ کہا ہو کہ: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۗ﴾: ”تمہارے ساتھی (پیغمبرؐ) نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اور وہ خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے، یہ تو وحی ہے جو ان پر اترتی ہے۔“ اسی طرح ”علی ابن ابی طالب“ نام کے تو بہت سے افراد مل جائیں گے، مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یہ کہا ہو کہ: «أَنْتَ هِرَّتِي بِسُنْدِلَةٍ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»: ”تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے رکھتے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ اب واعظ نے ادھر رخ کرنا چاہا تو بائیں طرف سے ایک شخص بول اٹھا کہ ہاں ہاں! اگر تم علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو نہ پہچانو تو اس تجاہل عارفانہ سے ان کی قدر و منزلت گھٹ نہیں سکتی:

شب پرہ گر وصل آفتاب نخواهد رونق بازار آفتاب نکاہد  
اس سخت کشتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں الجھ پڑے اور واعظ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆